نقد و بحث

گذشتہ سے پیوستہ

مولانا ابو السلام محمد صدیق

حافظ عبد اللہ محدث روپڑی کا فتویٰ

اور

مولانا عزیز زبیدی کا تعاقب

اور ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم (مشکوٰۃ باب الاعتصام) اہل کتاب کوئی بات سنائیں تو ان کو سچا کہو اور نہ جھوٹا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شے ہم سے غائب ہے اس کا وجود اور عدم اعتقاد کے لحاظ سے برابر ہے یعنی محتمل ہے ہو یا نہ ہو۔ جب دونوں طرف برابر ہو گئے تو تبلائیے۔ آپ نے آج تک کون سی دلیل پیش کی ہے۔ جہاں تک ہم نے آپ کے تعاقبات پر نظر کی ہے۔ صفر ہی پایا۔ آپ کوئی صریح حدیث پیش کریں یا کسی سلف کا قول پیش کریں۔ تو کچھ آپ کے تعاقب کی قدر بھی ہو۔ ورنہ ویسے ورق سیاہ کرنے سے کیا فائدہ!

حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ

کیا حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے محض خیال سے علامہ عینی وغیرہ چپ ہو سکتے ہیں۔ خاص کر جب علامہ عینی وغیرہ کے ہاتھ میں حدیث کا لفظ صریح ھذا ہو جس کا حقیقی معنی محسوس، مبصر مشکر ہے۔ تو ایسی صورت میں حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے قول کی کیا وقعت رہ جاتی ہے اور علامہ عینی وغیرہ پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ فرضی طور پر تسلیم کر لیا جائے کہ عدم اصل ہے تو بھی علامہ عینی کا پلڑا بھاری رہتا ہے کیونکہ ایسے بے دلیل اصل کو دلیل کے مقابلہ میں ترک کر دیا جاتا ہے اور یہاں ھذا کا لفظ دلیل موجود ہے ہاں اس سے کسی کو انکار نہیں کہ ھذا کبھی غیر محسوس یا غیر حاضر میں بھی استعمال ہوتا ہے مگر چونکہ یہ حقیقی معنیٰ نہیں بلکہ مجازی ہے اور حقیقی معنیٰ مجازی پر مقدم ہے اس لیے ترجیح مکشوف ہونے کو ہے۔

مولانا عبد الجلیل

انھوں نے جمع الجوامع سیوطی۔ مطول، رضی شرح کافیہ، قرطبی وغیرہ

کتب کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ ھذا قریب اور بعید دونوں میں مستعمل ہے ۔ علاوہ ازیں کشف بالاتفاق مستحیل ہے ما لم یدل الدلیل علیہ والاصل عدم الکشف نیز استعمال لفظ ھذا کا ایسے مواضع میں کالمشاھدہ کی بنا پر ہوتا ہے ۔ مطول میں ہے اصل الاسماء الاشارۃ ان یشار بھا الی شاھد محسوس غیر مشاھد او الی ما یستحیل احساسہ مشاھدتہ فتصیرہ کالمشاھد رضی شرح کافیہ میں ہے الاصل ان لا یشار باسماء الاشارۃ الا الی مشاھد محسوس قریب او بعید فان اشیر بھا الی محسوس غیر مشاھد نحو تلک الجنۃ فتصیرہ کالمشاھد وکذلک ان اشیر بھا الی ما تستحیل احساسہ نحو ذالکم اللہ ۔ کشف کے ممکن اور ناممکن کو جانے دیجیے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ القبور میں تصریح کی ہے کہ میں قبر میں ہر مسئول کے سامنے مکشوف ہوں گا ۔ اگر نہیں فرمایا تو پھر یہ خیال باطل ۔ کیا محض توہم کی بنا پر یہ بھی نہیں کہ لفظ ھذا محسوس مبصر کے علاوہ مستعمل ہی نہ ہوتا اگر بلکہ اہل عرب محسوس غیر مشاہد میں اسم اشارہ کو کالمشاھد قرار دے کر استعمال کرتے ہیں ۔

محدث روپڑی

مولانا عبدالجلیل صاحب کے تعاقب کا جواب دیتے ہوئے محدث روپڑیؒ نے لکھا ہے یہ جتنی عبارتیں آپ نے ذکر کی ہیں ۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ھذا البعید یا غیر محسوس یا غیر حاضر میں استعمال ہوتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ استعمال حقیقی ہے یا مجازی آپ کی اپنی عبارتوں سے ظاہر ہے کہ یہ استعمال مجازی ہے اب مجاز کا حکم سنیے ۔

مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اصول فقہ میں لکھتے ہیں ۔

واللفظ لا یحمل علی المعنی المجازی الا بقرینۃ منہ

یعنی لفظ کا معنی مجازی بغیر دلیل کے نہیں لیا جا سکتا ۔ بتلائیے آپ نے یہاں کونسی دلیل قائم کی ہے کہ یہاں ھذا غائب کے لیے ہے کیا بے دلیل ہی حافظ روپڑی کو مسلک محدثین سے الگ کر رہے ہیں ۔ مولوی عبدالجلیل صاحب سے اسی لیے ہم نے کہا تھا کہ ایک من علم کے لیے دس من عقل چاہیے ۔ مگر آپ ایسے ہی اناپ شناپ لکھتے چلے جاتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ آپ کو سمجھ دے ۔ آمین ۔

ڈبل غلطی

مولوی عبدالجلیل بعض عبارتیں بے محل نقل کرتے جاتے ہیں بلکہ بجائے فائدہ کے ان کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں ۔ مطول کی دوسری عبارت (قد یکون لاما العہد)

کا یہاں کوئی تعلق نہیں بلکہ اس میں یہ بتایا ہے کہ کبھی لام بھی حاضر کے لیے آتا ہے جس سے ایک محل اس کا اسم اشارہ ھذا ہے مگر مولوی عبدالجلیل بے سوچے سمجھے اناپ شناپ لکھتے چلے جاتے ہیں جس سے ناواقفوں کو معلوم ہو کہ دلائل کی بھرمار ہو رہی ہے لیکن حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ تضیع اوقات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اس عبارت میں مولوی عبدالجلیل نے لکھا ہے کہ کشف بالاتفاق مستحیل ہے یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ جب آخرت کے معاملہ میں بین ان یکون وبین ان لا یکون ہے یعنی محتمل ہے کہ ہو یا نہ ہو چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا ہے تو پھر بالاتفاق مستحیل کہنا کیونکر صحیح ہو گا۔ بلکہ ممکن ہو گا اور اگر بالفرض مستحیل ہو تو اس کی وجہ یہی ہو گی کہ وہ خرق عادت ہے۔ سو یہ دنیا کے لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ نہ آخرت کے لحاظ سے کیونکہ عادت وہ طریقہ جاریہ ہے جو خدا نے کسی سلسلہ نظام کے قیام کے لیے تکوینی طور پر مقرر کر دیا ہے اور چونکہ دنیا کے خرق عادات آخرت میں عموماً طریقہ جاریہ ہیں۔ اس لیے آخرت کے معاملہ کو دنیا پر قیاس کر کے مستحیل کہنا ڈبل غلطی ہے۔ مثلاً مردہ میں روح ڈالے جانا۔ اس کا بیٹھ جانا۔ منکر نکیر کا اس سے سوال و جواب کرنا۔ قبر کا تنگ ہو جانا یا صاحب قبر کا میت سے باتیں کرنا۔ جنت اور دوزخ کی طرف سے کھڑکی کا کھلنا یا سانپ بچھو کا اس پر مسلط ہونا وغیرہ وغیرہ یہ تمام سلسلہ دنیا کے لحاظ سے خرق عادت ہے، مگر آخرت میں طریقہ جاریہ ہے اس لیے یہ موافق عادات ہے پس کشف کو آخرت کے لحاظ سے مستحیل کہنا سخت غلطی ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو بات ہم سے غائب ہو۔ اگر اس پر دلیل نہ ہو تو وہ بین ان یکون وبین ان لا یکون ہے جیسا کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں۔ اور کشف چونکہ اخروی معاملہ ہے اس لیے اس کو مستحیل نہیں کہہ سکتے بلکہ ممکنات سے کہیں گے۔

خلفاء کے اقوال اب ہم خلفاء کے اقوال سے اور احادیث سے اس کا ممکنات سے ہونا ثابت کرتے ہیں۔ مگر پہلے مولوی عبدالجلیل کی پیش کردہ احادیث اور علماء کے اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

مولوی عبدالجلیل صاحب نے لکھا ہے:

علاوہ ازیں اگر حدیث کے الفاظ کی طرف بھی بنظر غائر توجہ کی جائے تو بھی اس امر کی مزید تشفی ہو سکتی ہے۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن منذر۔ ابن حبان۔

حاکم۔ بیہقی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم۔

ابن مردویہ کے لفظ حضرت انسؓ سے یہ ہیں:

فقال کیف تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین اظھرکم الذی یقال لہ محمد۔

مسند احمد و بیہقی میں حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فیقال ما ھذا الرجل الذی کان فیکم۔

بیہقی کتاب الاعتقاد۔ مصنف ابن ابی شیبہ جزء رابع کے الفاظ ابوہریرہؓ سے یہ مروی ہیں۔

فیقال لہ ارأیتك ھذا الرجل الذی کان فیکم ای رجل ھو وما ذا تقول فیہ وما ذا تشھد بہ علیہ فیقول ای رجل فیقال الذی کان فیکم فلا یھتدی لاسمہ حتی یقال لہ محمد۔

ابن ابی شیبہ جزء رابع ابن جریر۔ ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ کے یہ الفاظ ہیں۔

فیقول عم تسئلونی فیقولون ارءیت ھذا الرجل الذی کان فیکم ما تقول بہ ما تشھد بہ علیہ قال فیقول محمد فیقال لہ نعم۔

مسند احمد، ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ کے لفظ براء بن عازب سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

فیقولان لہ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم۔

کتاب الروح ابن قیمؒ میں براء کے لفظ

ما ھذا النبی الذی بعث فیکم۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم بیہقی میں ابن عباسؓ کے لفظ

واذا قیل لہ من الرجل الذی بعث الیکم ولم یرجع الیھم شیئا فلذلك قولہ ویضل اللہ الظالمین۔

میرے معزز دینی برادر! آپ نے الفاظ کو تو ملاحظہ فرما لیا جو صاف اور صریح روز روشن کی طرح چمک رہے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منکشوف نہیں ہوا کرتا۔ حاضر محسوس مبصر کے حق میں یہ الفاظ ہرگز موزوں نہیں۔ اس قسم کے الفاظ غیر حاضر ہی کے لیے موزوں ہیں بشرطیکہ ایمان داری سے کام لیا جائے۔ اہل حدیث ۲۳ رجولائی ۱۹۳۶ء

محدث رو پڑی

ان احادیث کا جواب ۵ر جون ۱۹۳۶ئہ کے تنظیم میں مفصل دے چکے ہیں۔ ہمارا جواب نقل نہیں کیا یہ احادیث ہمارے موافق ہیں کیونکہ ان میں وہی هذا کا لفظ ہے۔ جو شئے کے سامنے کو چاہتا ہے۔ حقیقی معنی اس کا یہی ہے۔ غیر حاضر میں اس کا استعمال مجازی ہے اور مجازی معنیٰ حقیقی کے مقابلہ میں معتبر نہیں۔

پھر ہم پوچھتے ہیں۔ ان احادیث میں کون سا لفظ ہے جو غیر حاضر ہونے پر دلالت کرتا ہے الّذی کا لفظ ہے یا ضمیر غائب ہے یا کوئی اور لفظ ہے۔ اگر کوئی اور لفظ ہے تو بتلائیے ورنہ الّذی اور ضمیر غائب تو غیر حاضر ہونے پر دلالت نہیں کرتے قرآن مجید میں ہے۔

واذا راٰك الذين كفروا ان يتخذونك الا هزوا اهذا الذى يذكر اٰلهتكم۔

اے محمدؐ کفار جب تمہیں دیکھتے ہیں۔ تو مذاق سے کہتے ہیں کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو برائی سے یاد کرتا ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے۔ واذا راوك ان يتخذونك الا هزوا اهذا الذى بعث الله رسولا۔

جب کفار تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق سے کہتے ہیں۔ کیا یہ وہی شخص ہے جس کو خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

ان آیتوں میں باوجود حاضر ہونے کے الذی بھی ہے اور یذکر میں ضمیر غائب بھی ہے اس طرح عربیت کے لحاظ سے انا الذی یقال لی زید جس میں ضمیر غائب ہے زیادہ فصیح ہے حالانکہ سامنے ہوتا ہے۔ ناظرین کرام خیال فرمائیں کہ ہم عربیت کے محاورات پیش کر رہے ہیں اور مولوی عبد الجلیل ویسے ہی کہہ رہے ہیں کہ

یہ الفاظ روز روشن کی طرح چمک رہے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منکشف نہیں ہوتا۔

مولوی عبد الجلیل مسئول یعنی تشہد میت کے جوابات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"فيقول اشهد انه رسول الله وانه جاءنا بالبينات من عند الله فصدقناه بیہقی میں ابو ہریرہؓ کے لفظ فيقول هو رسول الله عبد بن حمید کے لفظ انسؓ سے فيقول انه رسول الله وعبده ترمذی کے لفظ ابو ہریرہؓ سے فيقول ما كان يقول هو عبد الله ورسوله ابن جریر ابن حبان کے لفظ فيقول انه

رسول اللہ مسند احمد کے لفظ اسمائ سے قال اشہد انہ رسول اللہ قال

وما یدریک ادرکتہ قال اشھد انہ رسول اللہ وعبدہ بخاری کے لفظ اسمائ سے فاما

المومن والموقن فیقول محمد رسول اللہ جاءنا بالبینات والھدیٰ۔

احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی صحیحین کے لفظ حضرت انس سے فاما المؤمن فیقول عبداللہ

ورسولہ تعجب ہے کہ جب مکشوف ہوکر سامنے ہی ہوتے ہیں تو پھر انہ رسول اللہ اشھد انہ

عبداللہ ورسولہ ھو محمد رسول اللہ اشھد انہ رسول اللہ کہنے کی کیا ضرورت تھی وہی ھذا سے جواب دے

دیتے۔ حالانکہ یہاں غائب سے جواب ظاہر ہے کہ یہاں کوئی شے مکشوف نہیں کہ جیسے ھذا وغیرہ

سے جواب کی ضرورت واقع ہوتی۔ یہ الفاظ مکشوفیت کے ابطال پر بہت بڑی دلیل ہیں۔

محدث روپڑی۔ مولوی عبدالجلیل ضمیر غائب کو مکشوفیت کے ابطال پر اول نمبر کی دلیل بتاتے

ہیں مگر ان بیچاروں کو معلوم نہیں کہ ضمیر غائب حضور کے منافی نہیں چنانچہ اوپر عربی کی امثلہ گزر

چکی ہیں زیادہ اطمینان کے لیے ہم وضاحت کیے دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون فرجعوا الی انفسھم

فقالوا انکم انتم الظالمون ثم نکسوا علی رؤسھم لقد علمت ما ھؤلاء ینطقون (پ ۱۷) ابراہیم نے

کہا یہ فعل ان بتوں کے بڑے نے کیا ہے جو یہ ہے۔ اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے دریافت کرلو۔

کفار نے اپنے اندر سوچ کر آپس میں کہا کہ تم ہی ظالم ہو۔ پھر سروں پر اوندھے ہو گئے کہنے لگے تجھے

معلوم ہے کہ یہ بول نہیں سکتے۔ یہ سارا بت خانے کا واقعہ ہے۔ کفار نے جب بُت ٹکڑے ٹکڑے

دیکھے تو ابراہیم علیہ السلام کو اس مجمع میں بلا کر پوچھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کی طرف اشارہ

کرکے فرمایا یہ اس کا فعل ہے۔ ان بتوں سے پوچھو یہ خود ہی بتادیں گے کہ ان کو کس نے توڑا ہے

تو کفار نادم ہوئے پھر ضد میں آکر بتوں کی امداد پر تل گئے اور کہنے لگے ہم ان سے کیا پوچھیں یہ

کوئی بولتے ہیں۔

اس واقعہ میں بتوں کے حق میں پہلے ضمیر غائب کا استعمال ہے پھر اسم اشارہ کا اس سے

معلوم ہوا کہ حاضر میں اسم اشارہ کا استعمال ضروری نہیں

مولوی عبدالجلیل لکھتے ہیں:۔

حضرات! شراح حدیث و محدثین کرام فرماتے ہیں۔

عون المعبود جلد ۳ صفحہ ۳۱۶ میں ہے۔

ماکنت تقول فی ھذا الرجل محمد ولم یقولا ماتقول فی ھذا النبی وغیرہ من الفاظ التعظیم لقصد الامتحان للمسئول اذ ربما تلقن تعظیمہ من ذلک ولکن یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت۔

علامہ سندھی تفسیر صفحہ ۲۹۲ میں فرماتے ہیں۔

قولہ ماکنت فی حیاتک (تقول فی ھذا الرجل) عبر بہ لا بنحو ھذا النبی امتحانا للمسئول لئلا تیلقن منہ۔

امام نووی شرح مسلم صفحہ ۳۸۶ ج میں فرماتے ہیں۔

(ماتقول فی ھذا الرجل) یعنی الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما یقولہ بھذہ العبارۃ التی لیس فیھا تعظیم امتحانا للمسئول لئلا تیلقن تعظیمہ من عبارۃ السائل ثم یثبت اللہ الذین اٰمنوا۔

نیز صفحہ ۲۹۰ ج ا کسوف میں فرماتے ہیں۔

(ما علمک بھذا الرجل) انما تقول لہ الملکان السائلان ما علمک بھذا الرجل ولا یقولان رسول امتحانا واغرابا علیہ لئلا تیلقن منھا اکرام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورفع مرتبۃ فیعظمہ تقلید الھما لا اعتقادا ولھذا یقول المؤمن ھو رسول اللہ۔

محدث روپڑی

مولوی عبد الجلیل کو اتنی بھی خبر نہیں۔ ان سب عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ منکر نکیر ھذا الرجل کہہ کر سوال کیوں کرتے ہیں۔ ھذا النبی وغیرہ کیوں نہیں کہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں سوال سے میت جواب نہ سمجھ جائے۔ کیونکہ جب سوال نبی یا رسول کا لفظ ہوگا تو میت سمجھ لے گی۔ کہ یہ خدا کا رسول ہے تو سوال کا کیا فائدہ؟ بس یہ ان عبارات کا خلاصہ ہے۔ ان میں متنازعہ فیہ مسئلہ کا نام ونشان نہیں۔ بلکہ اور سنیئے مولوی عبد الجلیل کے مضمون میں منکر نکیر کے سوالات کی روایتیں گزر چکی ہیں۔ ان میں ھذا النبی۔ من الرسول موجود ہے اب مولوی عبد الجلیل یا تو ان علماء کی تردید کریں یا ان روایتوں کی تردید کریں۔ دوسری صورت میں ہم پوچھیں گے ہمارے سامنے (روایات مردودہ کیوں پیش کیں) اگر ان علماء کی تردید کریں گے تو ہم سوال کریں گے۔ کہ جب آپ خود علماء کی مخالفت کرتے ہیں تو ہم پر ان کی مخالفت

کا کیوں الزام لگاتے ہیں۔ اگر سوالات کی مختلف صورتیں قرار دی جائیں تو ہمارا بھی حق ہوگا مختلف قرار دیں مثلاً کہیں کہ جن میں ھذا ہے ان میں کشف ہے جن میں ھذا نہیں ہے ان میں کشف نہیں ہے

منطق آدمی بہتر است از دواب

دواب از تو بہ گر نہ گوئی ثواب

ہم نے ابتدا میں وضاحت کر دی ہے کہ اس مسئلہ میں دو احتمال ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا تذکرہ کر کے میت سے سوال کیا جاتا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ درمیان سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک میت کو قریب نظر آنے لگتا ہے۔ اور منکر نکیر ما تقول فی ھذا الرجل وغیرہ الفاظ کہہ کر میت سے سوال کرتے ہیں۔ حضرت محدث روپڑی نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے۔ اس کی جو انھوں نے وجوہات بیان کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) منکر نکیر کے سوال میں لفظ ھذا ہے جس کا استعمال میسر قریب کے لیے ہوتا ہے۔ ھذا کا یہ حقیقی معنیٰ ہے۔ جب حقیقی معنیٰ بن سکتا ہو تو مجازی معنیٰ نہیں لینا چاہیے۔

(۲) کوئی نص صریح نہیں ہے جس سے ظاہر ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا تذکرہ کر کے میت سے سوال ہوتا ہے۔ اس کے برعکس حدیث میں اسم اشارہ ھذا کے لفظ سے یہ معنی راجح معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود اور میت کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور آپ کا وجود مبارک میت کو قریب نظر آنے لگتا ہے۔ ھذا کے حقیقی معنیٰ کا یہ تقاضا ہے۔

(۳) کشف حجاب کے اس مسئلہ کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔ وہاں کا کوئی معاملہ نہ خرق عادت ہے اور نہ تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف کہہ کر اس کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ دنیا میں جو امر خرق عادت ہے عالم برزخ میں وہ عادت کے مطابق ہے۔ جیسے قبر کا فراخ اور تنگ ہونا۔ قبر کا میت سے باتیں کرنا۔ جنت اور دوزخ کی طرف کھڑکی کا کھلنا۔ علامہ قسطلانی نے بھی کشف کی صورت کی ترجیح کا اس لیے انکار نہیں کیا کہ وہ خرق عادت ہے بلکہ یہ کہا ہے

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی بشریٰ عظیمۃ للمؤمنین ان صح۔

یعنی مومن کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میت کے درمیان سے

حجاب دور ہو جاتا ہے اور مومن کو آپ کا وجود قریب دکھائی دینے لگتا ہے۔ اگر صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہو جائے۔ جہاں تک ہمارا علم کام کرتا ہے اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔ قائل کے پاس ھذا اسم اشارہ دلیل ہے جس کا اطلاق حقیقتاً مشارٌ الیہ مبصر حاضر پر ہوتا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ھذا کا مشارٌ الیہ وہ ہو جو ذہن میں ہے۔ مگر یہ معنی مجازی ہے۔ مجازی کہہ کر دوسرے مسلک کی کمزوری بیان کی ہے۔

(۴) کشف اور عدم کشف کے بارہ میں نہ کوئی نص ہے اور نہ اس حدیث کی تشریح میں سلف کا کوئی قول ہے تو اس صورت میں مرفوع حدیث کے لفظ ھذا کے حقیقی معنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کشف کے مسئلہ کو ترجیح دے تو اس کا مسلک اس سے زیادہ مضبوط ہے جس کے پاس ھذا کی تشریح میں نہ حدیث ہے اور نہ سلف میں سے کسی کا قول ہے کہ ھذا مشارٌ الیہ ذات نہیں بلکہ صفات ہیں۔ آخر میں محدث روپڑی فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ کشف ہوتا ہے دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالی پیش ہوتی ہے۔ تیسرا یہ کہ صرف اوصاف پر کفایت ہوتی ہے۔ صورت مثالی کی وجہ یہ ہے کہ ھذا اسم اشارہ قریب کے لیے ہے اور ایک وقت میں ہزاروں میتوں سے سوال ہوتا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک وقت آپ سب جگہ حاضر ہوں اس لیے صورت مثالی مراد ہے۔ مگر اس پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر سب میتوں سے ھذا کے ساتھ سوال ہو تو یہ اعتراض پڑتا ہے۔ اگر بعض سے ہو جس کی صورت یہ ہو کہ جب ایک سے سوال ہو تو اس وقت دوسری جگہ کسی اور سے نہ ہو تو پھر کوئی اعتراض نہیں اور احادیث میں سب سے ایک طرح سے سوال ثابت نہیں ہوتا بلکہ کئی طرح سے ثابت ہوتا ہے پس یہاں یہ اعتراض درست نہیں۔

کشف

کشف کی وجہ یہ ہے کہ ھذا میں مخاطب کی نظر میں قریب شرط ہے سو کشف ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے قریب معلوم ہوتے ہیں جیسے آفتاب کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ میت کو عصر کے وقت پر معلوم ہوتا ہے۔

جو علماء صرف اوصاف کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں عدم کشف اور عدم مثال اصل ہے اور ھذا کبھی حاضر فی الذھن کے لیے بھی آتا ہے۔ اس لیے صرف اوصاف کا قول ٹھیک ہے۔ مگر اس پر اعتراض پڑتا ہے کہ اول تو اس محل میں عدم کو اصل کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ آخرت کا معاملہ

ہماری آنکھوں سے غائب ہے۔ اس لیے اپنے خیال سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صورت مثالی یا کشف نہیں ہوتا۔ بالفرض اس محل میں عدم کو اصل مان لیں۔ تو پھر دلیل سے ایسے بے دلیل اصل کو چھوڑا جاتا ہے اور دلیل یہاں ھذا کا لفظ ہے اور یہ کہنا کہ کبھی ھذا حاضر فی الذھن کے لیے بھی آتا ہے تو یہ مجازی معنیٰ ہے اور حقیقی معنیٰ پر مقدم ہوتا ہے جب تک کوئی دلیل نہ ہو مجازی معنی پر لفظ کو حمل کرنا جائز نہیں۔

کشف مستحیل نہیں ہے

یہ کہنا بھی درست نہیں کہ کشف مستحیل ہے۔ حافظ ابن حجر، قاضی عیاض وغیرہم کے اقوال کو دیکھا جائے تو وہ صرف انکاری اور تردیدی اقوال ہیں۔ ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ان کا اعتقاد عدم کشف ہے یا عدم صورت مثالی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا اعتقاد نہ کشف ہو اور نہ عدم ہو۔ کیونکہ ان کے خیال میں کسی طرف دلیل نہیں اور کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ کشف بالاتفاق مستحیل ہے۔ شیخ الاسلام پارہ پنجم متعلق تیسیر الباری شرح بخاری جلد دوم میں لکھتے ہیں۔

ظاہر آنست کہ القا مے کنند در دل مشار الیہ را کہ در مے یا بد مخاطب بآں اشارت الخ

یعنی ظاہر یہ ہے کہ جب اشارہ کے ساتھ سوال کرتے ہیں تو خدا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل میں القاء ہو جاتا ہے یا بر بنائے شہرت حاضر فی الذھن کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور یہ دونوں صورتیں منافق اور کافر میں بھی پائی جاتی ہیں اور احتمال ہے مومن پر صورت مثالی پیش ہوتی ہو یا کشف ہوتا ہو۔ مگر اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر ایسا ہو تو موت بہت مبارک ہے جو حیات پر ترجیح رکھتی ہے۔ شیخ اجل ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے لیے بڑی بشارت ہے مگر وہ اس خوشی میں جان دے دیں یا زندے قبر میں چلے جائیں تو لائق ہے۔

اس عبارت میں شیخ اجل کا تو مذہب ہی کشف یا صورت مثالی بتایا ہے اور خود شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں کا احتمال ہے مگر ان کے خیال میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اگر دلیل مل جاتی تو ان کے نزدیک یہ بات پختہ ہو جاتی اب صرف احتمال ہے حجت نہیں۔

مظاہر حق جلد اول ص۶۲ میں ہے۔

اشارہ بسبب شہرت حضرت کے ہے یا حضرت کے روبرو لاتے ہوں ساتھ صورت مثالی کے۔ پس اس صورت میں آرزو موت کی کرنی واسطے حاصل ہونے اس نعمت عظمیٰ کے خوب ہے

اور اس میں بشارت ہے مشتاقوں کے لیے ؎

شب عاشقان بیدل چہ قدر دراز باشد
تو بیا کز اولِ شب درِ صبح باز باشد

مشکوٰۃ غزنویہ کے حاشیہ میں ہے۔

یہ اشارہ یا بسبب شہرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے یا حضرت کو روبرو لاتے ہیں ساتھ صورت مثالی کے کہا قسطلانی نے۔ بعض نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن کے درمیان سے پردہ اٹھایا جاتا ہے یہاں تک کہ مومن حضرت کو دیکھ لیتا ہے۔ اس صورت میں یہ نعمت عظمیٰ ہے اور بشارت مومن کے لیے اگر یہ قول ثابت ہو اور ہم کو کوئی حدیث صحیح اس بارہ میں معلوم نہیں ہے اور اس کے قائل نے صرف یہی حدیث بیان کی ہے کہ اشارہ نہیں ہوتا مگر حاضر کے لیے لیکن احتمال ہے کہ اشارہ اس چیز کے لیے ہو جو ذہن میں ہے پھر مجاز ہوگا۔

غزنویوں نے شہرت کی بنا پر اشارہ کو اور صورتِ مثالی کو برابر بتلایا ہے اور قسطلانی نے کشف کی صورت کو بعض کا مذہب بتا کر کہا ہے کہ اشارہ میں حاضر فی الذھن کا بھی احتمال ہے۔ پھر اس کو مجاز کہہ کر کمزور کر دیا گیا ہے۔ گویا کشف کی جانب قوی رہی۔ اب غور کیجیے کہ کشف کو بالاتفاق متخیل کہنا سچ ہے یا جھوٹ ؎

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

احادیث کا فیصلہ شرح الصدور فی شرح احوال الموتیٰ والقبور مصنفہ امام سیوطیؒ اور تذکرۃ الموتیٰ والقبور۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ تضیئۃ الوقد ورعلی خنتعۃ القبور نواب صدیق حسن خاں مذکورہ بالا تینوں کتابوں میں بحوالہ ابن ابی الدنیا اور ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے۔

یزید بن سنجر کہتے ہیں۔ نہیں مرتا کوئی شخص مگر دکھائی جاتی ہے اس کو صورت مثالی اس کے ہم نشینوں کو اگر اہل لہو سے ہے تو اہل لہو کی اور اگر اہل ذکر سے ہے تو اہل ذکر کی۔ تضیئۃ المقدور علی خنتعۃ القبور ص۳

دوسری جگہ لکھا ہے۔

ابن سیرین اس بات کو دوست رکھتے تھے کہ مردے کو اچھا کفن پہنایا جائے اور کہتے

تھے کہ مردے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

پہلی حدیث میں ہم نشینوں کی صورت مثالی پیش ہونے کا ذکر ہے اور رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ہمنشین تھے تو ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ضرور پیش ہوتی ہوگی۔

دوسری حدیث میں تمام وفات یافتگان کی ملاقات کا ذکر ہے جن میں رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ غور کیجیے اب بھی کشف یا صورت مثالی بالاتفاق مستبعد ہے؟ ملاقات کی نسبت کشف تو بالکل معمولی بات ہے۔

ما بلبلیم نالاں گلزار ما محمدؐ
ما نرگسیم حیراں دیدار ما محمدؐ

قمری بہ سرو نازد بلبل بگل فریبد
ما عاشقیم از جاں دلدار ما محمدؐ

(عبداللہ امرتسری)

غزل

بکھری ہوئی ہیں ان کی ادائیں کہاں کہاں
دامن کو دل کے ان سے بچائیں کہاں کہاں

جلوے قدم قدم ہیں تمھارے بہ ہر نگاہ
آنکھوں کو فرشِ راہ بنائیں کہاں کہاں

ہیں امتحاں میں اپنی وفاداریاں ہنوز
داغوں سے اپنے دل کو سجائیں کہاں کہاں

فتنے ہیں حسن کے کہیں حسنِ نگاہ کے
"ان آفتوں سے دل کو بچائیں کہاں کہاں"

غم خوار کوئی ہو تو بیاں غم کریں کہیں
غیروں کو داستاں یہ سنائیں کہاں کہاں

راز و نیاز اب تو نہیں درمیاں مگر
دیتے رہے ہیں ان کو دعائیں کہاں کہاں

دیر و حرم کی قید گوارا نہ تھی ہمیں
اس دل نے دی ہیں ان کو صدائیں کہاں کہاں

ہر ذرہ زمیں ہے امیں حسنِ ذات کا
یادوں کے اس کی نقش مٹائیں کہاں کہاں

اسرار دل کا راز بیاں کس طرح کریں
داغِ غمِ نہاں کو دکھائیں کہاں کہاں

— اسرار احمد سہاوری